اسلامی بنکاری...... درمندانہ گزارشات

ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی

اسلام میں سود کی ہر شکل ممنوع ہے۔ یہ امتناع انتہائی سخت، قطعی اور شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 278 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو''۔ اس سے اگلی آیت میں ارشاد ربانی ہے: ''(سود سے) توبہ کرلو گے تو تم اصل اموال لینے کے حقدار ہو۔ نہ تم کسی پر ظلم کر پاؤ گے اور نہ کوئی تم پر ظلم کر پائے گا'' چنانچہ ربوٰ (سود) کی تعریف یہ قرار پاتی ہے کہ روپے کے لین دین کے معاملات میں اصل رقم سے جو بھی زیادہ رقم وصول یا ادا کی جائے گی، وہ ربوٰ ہے، جسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے خواہ اس سے زائد رقم کو کوئی بھی نام دے دیا جائے مثلاً سود مفرد، سود مرکب، بیاج، مارک اپ یا منافع۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ (1) سود اس لیے حرام قرار دیا گیا ہے کہ یہ ظلم اور ناانصافی کا سبب بنتا ہے اور اسلام ہر قسم کے ظلم، ناانصافی اور استحصال کے خلاف ہے اور ایک ایسا عادلانہ اقتصادی نظام تجویز کرتا ہے، جس میں ہر شخص کو سماجی انصاف میسر ہو۔ (2) اسلامی نظام بنکاری اسلامی نظام معیشت کا صرف ایک اہم حصہ ہے۔ چنانچہ اسلامی نظام معیشت اپنائے بغیر اسلام کی حقیقی روح کے مطابق اسلامی نظام بنکاری نافذ ہو ہی نہیں سکتا۔ مندرجہ بالا آیات ربانی سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ سودی نظام بنکاری کے متبادل کے طور پر اسلامی بنکاری کا جو بھی نظام وضع کیا جائے اس میں مندرجہ ذیل عوامل لازماً شامل ہونا چاہئیں۔ 1۔ اسلامی نظام بنکاری میں سود کا شائبہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ 2۔ اسلامی نظام بنکاری میں سودی بنکاری سے ہونے والے ہر قسم کے ظلم، ناانصافی اور استحصال کا خاتمہ لازماً ہونا چاہیے۔ 3۔ اسلامی بنکاری کے نفاذ سے اسلامی نظام معیشت کے مقاصد کی تکمیل میں لازماً معاونت ہونا چاہیے اور تمام پارٹیوں کو سماجی انصاف ملنا چاہیے۔

وطنِ عزیز میں اسلامی بنکاری کے جھنڈے تلے کام کرنے والے بنکوں کی گزشتہ چند برسوں کی کارکردگی اور طریقۂ کار کا جائزہ لینے سے یہ بات پہلے ہی روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ یہ اسلامی بنک نہ صرف سودی بنکاری کے تحت ہونے والے ظلم اور استحصال کو کم کرنے میں ناکام رہے ہیں بلکہ ان بنکوں نے سماجی انصاف فراہم کرنے کے مقصد کے حصول میں کردار ادا ہی نہیں کیا۔ اسی پر بس نہیں، اسلامی نظام بنکاری کے جھنڈے تلے کام کرنے والے بنکوں

نے خصوصی طور سے 2005ء میں اپنے کھاتے داروں کو افراط زر کے مقابلے میں تاریخی حقیقی منفی شرح پر منافع دے کر جو زبردست استحصال کیا ہے وہ عموماً اس استحصال سے بھی زیادہ رہا جو سودی بینک گزشتہ کئی دہائیوں سے وقتاً فوقتاً کرتے رہے تھے۔ اسٹیٹ بنک نے گزشتہ 4 برسوں سے یہ غیر اسلامی اور تباہ کن پالیسی اپنائی ہوئی ہے کہ ملک میں سودی بنک اور اسلامی بنک غیر معینہ مدت تک ساتھ ساتھ کام کرتے رہیں گے چنانچہ سودی نظام کو دوام بخش دیا گیا ہے۔ چار برس کا عرصہ گزرنے کے باوجود شریعت سے متصادم اس پالیسی پر علمائے کرام کا کوئی اعتراض ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ ہم بہر حال انہی کالموں میں بھی اس پالیسی کو تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔

یہ بات نوٹ کرنا اہم ہے کہ ملک میں بنکوں کے مجموعی ڈپازٹس کا حجم تقریباً 2800 ارب روپے ہے جبکہ اسلامی بنکوں کے مجموعی ڈپازٹس کا حجم اس کا صرف 3 فیصد ہے اور بقیہ 97 فیصد ڈپازٹس سودی بنکوں کے پاس ہیں نتیجتاً سودی بنیاد پر کام کرنے والے بنک مارکیٹ کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ جب سودی بنک شرح سود میں اضافہ کرتے ہیں تو اسلامی بنک بھی اس کے نقش پا پر چلتے ہوئے اپنی شرح منافع بڑھا دیتے ہیں اور جب سودی بنک شرح سود میں کمی کرتے ہیں تو اسلامی بنک بھی اپنی شرح منافع کم کر دیتے ہیں۔ ملک میں سودی بنک اور اسلامی بنک ملکی کرنسی میں بچت اور میعادی کھاتے صرف اور صرف نفع ونقصان میں شرکت کی بنیاد پر کھولتے ہیں، لیکن کچھ اسلامی بنکوں نے اپنا منافع بڑھانے کے باوجود، سودی بنکوں کی تقلید کرتے ہوئے، کھاتے داروں کو دی جانے والی شرح منافع میں کمی کی ہے جو کہ قانون، اخلاق اور شریعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ یہ بات بہر حال تسلیم کرنا ہوگی کہ ملک میں سودی اور اسلامی بنکاری کا نظام متوازی طور پر چلتے رہنے سے اسلامی بنک آئندہ برسوں میں بھی کھاتے داروں کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو ختم نہیں کر سکیں گے، کیونکہ اس کے لیے انہیں سرمایے کی فراہمی (قرضوں) پر شرح مارک اپ بڑھانا پڑے گی جس کے لیے ان کی بیشتر پارٹیاں تیار نہیں ہوں گی۔

نفع ونقصان میں شرکت کی بنیاد پر سرمائے کی فراہمی اسلامی بنکاری کی اساس ہے چنانچہ اسلامی بنکاری کے تحت سرمائے کی فراہمی زیادہ تر مشارکہ کے ذریعے ہی ہونا چاہیے لیکن اسلامی بنکوں نے سرمائے کی فراہمی کے لیے بڑے پیمانے پر مرابحہ واجارہ وغیرہ کے طریقے اپنائے ہیں جو کہ نتائج کے اعتبار سے سودی نظام سے مماثلت رکھتے ہیں۔ مثلاً مرابحہ میں اسلامی بنک سرمایہ لینے والی پارٹی کے کاروبار میں ہونے والے نقصان میں شرکت نہیں کرتے۔ اپنی شرح منافع پہلے سے متعین کر لیتے ہیں چنانچہ اگر ''الف'' سودی بنک سے مبلغ ایک لاکھ روپیہ 12 فیصد سالانہ شرح سود پر ایک سال کے لیے حاصل کرے جبکہ دوسرا شخص ''ب'' اسلامی بنک سے اتنی ہی رقم 12 فیصد منافع پر ایک سال کے لیے مرابحہ کے تحت حاصل کرے اور دونوں ایک سال بعد بروقت ادائیگیاں کر دیں، تو سودی بنک اور اسلامی بنک

دونوں کو = / 112000 روپے ہی ملیں گے اور دونوں بنکوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا کہ سرمایہ حاصل کرنے والی پارٹی کو کاروبار میں نفع ہوا ہے یا نقصان۔

ہم نے اب سے ساڑھے چھ برس قبل عرض کیا تھا کہ سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ کے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلے کے بعد وطن عزیز میں ایسے عناصر سرگرم عمل ہوگئے ہیں جو مرابحہ کے ذریعے بڑے پیمانے پر اسلامی بنکاری کے تحت سرمایہ فراہم کر کے عملاً سودی نظام برقرار رکھنے کے خواہاں ہیں۔ (جنگ 18 جنوری 2002ء) حالانکہ یہ امر مسلم ہے کہ مرابحہ اور اس جیسے کچھ دوسرے متبادل راستے صرف عبوری مدت میں اور صرف ناگزیر حالات میں ہی استعمال کیے جاسکتے ہیں اور ان طریقوں سے اسلامی بنکاری کے تحت بڑے پیمانے پر سرمائے کی فراہمی کی ہرگز اجازت نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت اور اسٹیٹ بنک اسلامی نظام بنکاری کو اس کی صحیح روح کے مطابق نافذ کرنے میں پرجوش نہیں ہیں جبکہ بہت سے دوسرے حکومتی اداروں اور اسلامی بنکوں کی روش بھی حوصلہ افزا نہیں ہے۔ چند حقائق نذر قارئین ہیں جو کہ یقیناً چشم کشا ہیں: 1۔ سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ نے اپنے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلے میں سود پر مبنی مالیاتی نظام کو شرعی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے 30 جون 2001ء تک کی مہلت دی تھی۔ اس فیصلے کے خلاف حکومتی بنک کی جانب سے دائر کردہ اپیل میں اٹارنی جنرل نے عدالت عظمیٰ کے فیصلے پر مکمل عملدرآمد کی مدت کو بڑھا کر 30 جون 2002ء کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس فیصلے عملدرآمد کے ضمن میں عدالت کو حکومت کے خلوص اور ارادے پر شک نہیں ہے۔ ہمیں اس فیصلے سے سخت مایوسی ہوئی تھی کیونکہ اس فیصلے سے دو ماہ قبل ہی ہم نے انہی کالموں میں کہا تھا: ''حکومت نے یہ غیر اعلانیہ فیصلہ کرلیا ہے کہ نہ صرف 30 جون 2001ء کی مقررمدت تک بلکہ مستقبل قریب میں بھی اسلامی نظام مالیات وبنکاری کو اسلام کی حقیقی روح کے مطابق عملی شکل دی جائے گی۔ (جنگ 17 نومبر 2001ء) اس کے بعد شریعت اپیلٹ بنچ نے 21 جون 2002ء کو حکومتی شعبے کے یونائیٹڈ بنک کی نظر ثانی کی درخواست پر وفاقی شرعی عدالت کے 14 نومبر 1991ء اور خود اپنی ہی بنچ کے 23 دسمبر 1999ء کے تاریخی فیصلے کو منسوخ کردیا اور مقدمہ وفاقی شرعی عدالت کو از سر نو سماعت کے لیے بھیج دیا، جس پر 4 سال سے زائد کا عرصہ گزرنے کے باوجود کارروائی شروع نہیں ہوئی گویا آزادی کے 59 سال بعد بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عدالت عظمیٰ کو یقین دلایا تھا کہ مالیاتی نظام کو 30 جون 2006ء تک اسلامی سانچے میں ڈھال دیا جائے گا مگر یہ مدت گزرنے کے بعد صورتحال یہ ہے کہ بنکوں کے مجموعی ڈپازٹس کا صرف تقریباً 3 فیصد ہی اسلامی بنکوں کے پاس ہے جبکہ وطن عزیز میں سودی نظام پوری آب وتاب سے جاری ہے۔ یہ امر افسوسناک ہے کہ مذہبی حلقوں نے بھی اس صورتحال پر کسی تشویش کا اظہار کیا نہیں البتہ ملک میں اسلامی بنکاری کے تیزی سے پھیلنے پر خوشی کا اظہار ضرور کیا جاتا رہا ہے۔ 2۔ وفاقی وزیر برائے مذہبی

امور نے 8 مئی 2001ء کو اعلان کیا تھا کہ امتناع ربوٰ آرڈیننس کو حتمی شکل دی جا رہی ہے اور وفاقی کابینہ کی منظوری کے بعد 30 جون 2001ء کی رات 12 بجے اسے قانون کی شکل دے دی جائے گی اور یکم جولائی 2001ء ایک ایسا تاریخی دن ہوگا جب حکومت ملک بھر سے سود سے پاک نظام متعارف کرانے کا شرف حاصل کرے گی۔ یہ آرڈیننس 5 سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد بھی نافذ نہیں ہوا۔ 3۔ شیخ الازہر نے فتویٰ دیا تھا کہ بنکوں میں پہلے سے متعین شرح منافع پر رقوم جمع کرانا جائز ہے۔ اس فتویٰ پر شریعہ اسکالرز کا ردعمل سامنے نہیں آیا۔ 4۔ اسٹیٹ بنک 02-2001ء کی سالانہ رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ 4 دسمبر 2001ء کو جنرل پرویز مشرف نے ایک میٹنگ کی صدارت کی تھی جس میں گورنر اسٹیٹ بنک، وزارت خزانہ قانون کے افسران اور اسلامی نظریاتی کونسل کے کچھ ممبران نے شرکت کی تھی جس میں اس بات پر اتفاق کیا گیا تھا کہ (الف) ملک بھر میں اسلامی بنکاری آہستہ آہستہ مرحلہ وار نافذ کی جائے گی اور (ب) اسٹیٹ بنک تجارتی بنکوں کو شرعی اصولوں پر ذیلی ادارے قائم کرنے یا اپنی کچھ شاخوں کو اسلامی بنکاری کے تحت کاروبار کرنے کے لیے نامزد کرنے کے ساتھ ایک نئے اسلامی تجارتی بنک کے قیام کی منظوری دینے پر غور کرے گا یعنی ملک میں معدنی نظام کو دوام بخش دیا جائے گا کیونکہ ملک میں سعودی اور اسلامی بینک ساتھ ساتھ کام کرتے رہے رہیں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ فیصلے سپریم کورٹ کے 14 جون کے فیصلے سے متصادم تھے جس کے تحت اس وقت حکومت 23 دسمبر 1999ء کے سپریم کورٹ کے فیصلے پر 30 جون 2002ء تک لازماً عملدرآمد کرنے کی پابند تھی۔

دنیا بھر میں ماہرین اسلامی بنکاری کا باریک بینی سے جائزہ لیتے رہے ہیں۔ چند آراء نذر قارئین ہیں۔

1۔ ''نیوز ویک'' نے چند برس قبل کہا تھا اسلامی بنکاری کے بڑے مرکز ملائیشیا میں اسلامی بنکاری کے تحت نصف سے زائد قرضے غیر مسلموں کو دیئے گئے ہیں۔ ''نیوز ویک'' نے لکھا تھا کہ پاکستانی بنکار شاہد حسن صدیقی کا کہنا ہے کہ اسلامی بنکاری کا مقصد صرف معدنی کاروبار سے پرہیز نہیں اور یہ کہ شاہد حسن صدیقی اور دوسرے کئی کٹر مسلمان چاہتے ہیں کہ اسلامی بنکاری کو اسلامی اقدار کے مطابق رکھا جائے۔ جیسے سماجی انصاف کی فراہمی اور دولت کی منصفانہ تقسیم اور وہ ایسی اکاؤنٹنگ کو مسترد کرتے ہیں جس میں اسلامی بنک یہ دعویٰ کریں کہ وہ سود نہیں لے رہے، مگر اسکیمیں اس طرح بنائیں جس کے تحت وسرمایے کی فراہمی کو خرید و فروخت کا نام دیں (مرابحہ وغیرہ) 2۔ رائٹر کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ آبادی کے لحاظ سے دنیا کے سب سے بڑے اسلامی ملک انڈونیشیا میں اسلامی بنکاری کے تحت حاصل کیے گئے مجموعی ڈپازٹ کا حجم ایک چھوٹے سے غیر مسلم ملک سنگاپور میں اسلامی بنکاری کے نام پر جمع شدہ مجموعی ڈپازٹس سے بھی کم ہے۔ 3۔ رائٹر کی ایک حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اسلامی بنکاری کے تحت سرمایہ کاری کرنے والوں میں وہ لوگ شامل ہیں جنہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ ان کی سرمایہ کاری شرعی اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں اور اس میں

بڑے پیانے پر سرمایہ کاری غیر مسلموں نے کی ہوئی ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ اسلامی نظام بنکاری کے تحت رقوم جمع کرانے والوں میں بڑے بڑے کثیر القومی ادارے مثلاً ''شیل'' شامل ہیں۔ اسی طرح ملائیشیا میں اسلامی بنکاری کے تحت رقوم جمع کرنے والوں میں 70 فیصد چینی نژاد غیر مسلم شامل ہیں۔

4۔ سعودی عرب اور خلیج کے ممالک کے دو لاکھ شہریوں کے مغرب اور دوسرے غیر اسلامی ملکوں میں 100 ارب ڈالر کے اثاثے ہیں، جبکہ دنیا بھر میں اسلامی بنکوں کے مجموعی ڈپازٹس کا حجم اس کے ایک چوتھائی سے بھی کم ہے۔

ایسا نظر آتا ہے کہ جب غیر مسلم بنکوں نے دیکھا کہ صرف نام کی تبدیلی سے وہ اسلامی بنکاری کے نام پر اربوں ڈالر کا کاروبار کرسکتے ہیں تو وہ بھی میدان میں کود پڑے اور بڑے بڑے انٹرنیشنل بنکوں نے بھی اسلامی بنکاری شروع کردی۔ اس خطرے کی طرف اشارہ کیا کرتے ہوئے ہم نے کہا تھا ''اگر اسلامی بنکوں نے اسلامی بنکاری کو فروغ دینے کے لیے جدت پسندی کا مظاہرہ نہیں کیا تو اگلی صدی میں مغربی ممالک اسلامی بنکاری کو یرغمال بنا کر اسے اپنے انداز میں چلائیں گے۔'' (جنگ 8 جولائی 1997ء) یہ خدشہ اب حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔ ایک اور مضحکہ خیز سوچ اور اسلامی بنکوں میں یہ جنم لے رہی ہے کہ اگر پاکستان سمیت دنیا بھر میں سودی بنک ''بنکاری کی شاخیں'' قائم کرسکتے ہیں تو پھر اسلامی بنکوں کو بھی ''سودی بنکاری کی شاخیں'' قائم کرنے کی اجازت ہونا چاہیے۔ یہ ہم سب کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ اسلامی نظام بنکاری کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے معاشرے کی اصلاح، معیشت کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا اور ملکی قوانین کو شریعت کے تابع بنانا بنیادی شرائط ہیں، جن کی طرف توجہ نہیں دی جارہی ہے۔ علماء اور ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ سود پر مبنی موجودہ مالیاتی نظام کو شریعت کے مطابق بنانے کے لیے اس میں انقلابی تبدیلیاں کرنا ہوگی۔ مگر اس طرف توجہ کرنے کی بجائے مرابحہ اور اجارہ وغیرہ کے تحت بڑے پیمانے پر سرمایہ فراہم کرکے اور کھاتے داروں کو حقیقی منفی شرح سے منافع دیکر اسلامی بنکاری کے شعبے میں کامیابیوں کے دعوے کیے جارہے ہیں۔ حکومت اور اسٹیٹ بنک کی پالیسی کے تحت حکومتی اور نجی شعبے کے کچھ بنک بھی آہستہ آہستہ مغربی سرمایہ کاروں یا مغربی ممالک کے بنکوں کی ملکیت میں دیئے جارہے ہیں۔ جو کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور کی یاد تازہ کرتی ہے۔ بنکاری کے شعبے میں غیر مسلموں کا کردار اب اتنا بڑھتا نظر آرہا ہے کہ آنے والے برسوں میں حکومت اسلامی بنکاری اس کی حقیقی روح کے مطابق نافذ کرنے کی کوشش بھی کرے گی تو اس کو مزاحمت کا سامان ہوگا، اس خطرے سے صرف نظر کرنا تباہ کن ہوگا۔

اب وقت آگیا ہے کہ اسلامی اسکالرز، اسلامی نظریاتی کونسل، اسٹیٹ بنک کا شریعہ سپروائزری بورڈ، مالیاتی سوجھ بوجھ رکھنے والے علماء، مسلم ماہرینِ معیشت اور بنکرز مندرجہ بالا گزارشات پر انتہائی سنجیدگی سے غور و فکر کریں۔ ان

سب کو واضح طور پر کہنا ہوگا کہ وہ ملک میں سودی بنکاری اور اسلامی بنکاری کو ساتھ ساتھ چلانے کی حکومت اور اسٹیٹ بنک کی پالیسی کو مسترد کرتے ہیں، کیونکہ یہ غیر اسلامی اور تباہ کن ہے اور اسلامی بنکاری کی بدنامی کا باعث بن رہی ہے۔ ہم قابل احترام علمائے کرام سے یہ درخواست بھی کریں گے کہ وہ اسلامی ملکوں کو واضح طور سے یہ بتلا دیں کہ اگر انہوں نے ہر سہ ماہی میں سرمائے کی فراہمی کے مجموعی حجم بشمول پرانی سہولتوں کی تجدید کا کام کم از کم 30 فیصد نفع ونقصان میں شرکت کی بنیاد پر نہ کیا تو وہ اس بنک کو اسلامی بنک تصور نہیں کریں گے۔ انہیں اسلامی بنکوں کو اس بات کا پابند بھی بنانا ہوگا کہ وہ اپنی پالیسیاں اس طرح بنائیں کہ عام حالات میں کھاتے داروں کو افراطِ زر کی شرح سے زیادہ شرح منافع دیں۔ اس ضمن میں اسٹیٹ بنک کا کردار بھی اہم ہے۔ اسلامی بنکوں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ شریعہ مشیر اور آڈیٹر صرف وہ شخص ہو جسے بنکنگ کا کم از کم پانچ سال کا عملی تجربہ ہو۔ ان حضرات کے لیے شرعی قوانین پر مبنی مختصر المدتی کورس اور عملی تربیت کا انتظام کیا جانا چاہیے۔ اسلامی بنکوں کو کنزیومر فنانس اسکیم کے تحت اشیائے تعیش کی خریداری کے لیے سرمائے کی فراہمی کی حوصلہ شکنی کرنا چاہیے۔ اسلامی بنکوں کو ایک ہی مدت کے میعادی کھاتوں پر بڑی رقوم کے ڈپازٹس پر چھوٹی رقوم کے کھاتوں کے مقابلے میں زیادہ شرح منافع دینے کی پالیسی پر نظر ثانی کرنا چاہیے۔ ہم تجویز دیں گے کہ حکومت ماڈل اسلامی بنک قائم کرے جو صرف نفع ونقصان میں شرکت کی بنیاد پر سرمایہ فراہم کرے تاکہ دوسرے اسلامی بنکوں کے لیے وہ مثال بن سکے۔ سود کی حرمت کے قانون کا مسودہ کئی برس قبل اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ اس قانون کو فوری طور سے نافذ کیا جانا چاہیے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ پارلیمنٹ سپریم کورٹ کے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلے کی روشنی میں اسلامی بنکاری کے نفاذ کے لیے قانون سازی کرے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ اس سودی نظام سے ہونے والے ظلم وناانصافی کا خاتمہ ہو اور اسلامی نظام معیشت کے حصول میں معاونت ہو۔

اگر تمام متعلقہ حضرات، ادارے، پارلیمنٹ اور حکومت اسلامی بنکاری کو اس کی حقیقی روح کے مطابق وضع کرنے اور نافذ کرنے کے ضمن میں اپنا کردار فوری اور مؤثر طور پر ادا کرنے کا عزم رمضان کے اس مبارک مہینے میں ہی کر لیں، تو امید ہے کہ اللہ کے خصوصی فضل وکرم سے یہ کوششیں بارآور ہوں گی اور باری تعالیٰ ملک وقوم اور خود ان پر اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرمائے گا۔

☆......☆......☆